امام الاولیاء پیران پیر حضرت علیؑ

سرخیلِ سلاسلِ صوفیاء بالخصوص سلسلہ عالیہ چشتیہ

ڈاکٹر سید لیاقت حسین معینی

مولودِ کعبہ، اسد اللہ غالب، اخی رسولؐ ،شوہر زہرا و پدرِ حسنینؑ ،جد امامین المعظم ،مرشد اولیاء عظام واہل اللہ اکرم مولائے کائنات شاہِ عرفان اکمل لا کملان بحرِ حقائق ومعارف سرمایہ افتخار برائے عابدان وزاہدان باعث سند عطاء استاد امیر المومنین ابو تراب حضرت علیؑ کا سلاسلِ صوفیاء میں ایک نمایاں مرکزی وکلیدی مقام ہے۔

والدمحترم حضرت ابو طالبؑ جن کی سرپرستی اورمحافظتِ رسولؐ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور جن کی عشق ومحبت رسولؐ ویقین بالرسول نبوت کا مظہر یہ شعراہل اللہ کے لیے باعثِ روشن چراغ ہے۔

وابیض یســقی الغمام بوجه

تمال الیتٰمی عصمته الادرماں

(اے کہ وہ (محمدؐ)نورانی چہرہ والے جس کے ''وسیلہ'' سے باران ابر رحمت کی دعا مانگی جاتی ہے وہ جو کہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی عصمت کی ڈھال ہیں)

نبی کریمؐ کے ''وسیلہ'' سے بارگاہِ خداوندی میں حضرت ابو طالب کی عرضداشت نہ صرف حضرت ابو طالب کے ''یقین محکم'' کی دلیل ہے، بلکہ صوفیائے کرام کے لیے مشعل راہ ہے۔اور اس آیت کریمہ کی مصداق'' **یا ایها الّذین آمنوا اتقوا اللّٰه وابتغو الیه الوسیلة** -[۱]

والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد جن کی وفات پر رحمت اللعالمین نے یہ کہہ کر گریہ فرمایا کہ میری ماں کے بعد اس خاتون نے میری کفالت کی، اور اپنا کرتا ان کی مقدس نعش مبارک کے ساتھ قبر میں رکھا۔ بالفاظ دیگر ''خلعت'' عطا فرمایا، یہاں بھی اک لطیف اشارہ بہ ردائے صوفیان نظر آیا کہ خلعت عطا ہوتا ہے۔

نبی کریمؐ کے آغوش کے پروردہ زیر سایہ رحمت اللعالمین تربیت یافتہ،صحبت رسالت سے آراستہ خدمتِ نبوت سے پیوستہ وآراستہ ''مولا علیؑ'' ہی درحقیقت علمِ حقیقت ومعرفت ولدونی کے

وارث کامل ہو سکتے تھے، جس کا ثبوت نبیؐ کا اپنے بستر میں لٹا کر ہجرت کرنا اور پھر یہ اعلانِ صادق کرنا کہ:

"انا مدینة العلم و علیٌ بابها"

''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ'' یعنی بذریعہ علیؑ ہی مجھ تک پہنچ سکتے ہیں وہ تمام سلاسلِ اہل اللہ جن کو صوفیاء کی زبان مین اشجار روحانی کہتے ہیں۔

جنگ خیبر میں اعلانِ نبویؐ کہ کل ''جھنڈا'' اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا جس کو اللہ اور اس کا رسولؐ عزیز رکھتا ہے اور فتح جس کا مقدر ہے اور پھر چشمِ مبارک میں دہن رسولؐ کے چند قطرے علی المرتضیؑ کو وہ بصریت عطا کر گئے، جن کو صاحب مشاہدہ حضرات حجابات الٰہی کے ہونے کے مقام وراز بتاتے ہیں۔

معراج النبیؐ کے موقع پر وہ 'جبہ عرش بریں جو آقا ومولیٰ مدنی سرتاج کو عطا ہوا، اس کے حقیقی حقدار بھی شیر خداؑ ہی ہوئے اور جو سلاسل صوفیاء میں ایک عظیم برکات ورحمتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور پھر وہ آخری اعلان کہ

"من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ" یعنی میںؐ جس کا مولا (مالک) ہوں علیؑ اس کے مولا ہیں۔

اس بات کی تکمیل کر گیا کہ تم میرے لیے اس طرح ہو جس طرح موسیٰ کے لیے ہارون، اس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اس کو مواخاۃ مدینہ کے واقعے نے اور بھی مستحکم کردیا کہ تم میرے بھائی (اخی) ہو آؤ سینہ با سینہ ہوجاؤ۔

اور پھر چشتی بزرگان دین نے اس قولِ نبوی کو کہ **"من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ"** اپنی طرح امتیاز روحانی محافل ذکرانہ کا یعنی سماع کا پیش خیمہ مان لیا اور اسی قول سے شروع کی جاتی ہے محفلِ سماع۔

آیت مباحلہ نے طے کردیا کہ اہل بیت حضرات کا مرتبہ ومقام ''ونسبت'' نبوی کیا ہے یہ ایک اور انوکھی شانِ مصطفیٰ تھی کہ اعلان ہوگیا کہ جو کچھ ہیں یہی میرے ہیں۔ [۲]

اور میں نہیں مانگتا اپنی رسالت کی کوئی اجرت یعنی پیغام الٰہی پہچانے کا صلہ، سوائے اس کے کہ میرے اقرباء سے مودت کرو۔

قل لا أسئلکم علیه اجراً الاّ المودة فی القربیٰ۔ [۳]

یہ شان بھی ''اس صوفی اعظم'' والی مرتبت کی ہوسکتی ہے کہ حضراتِ حسنینؑ کی علالت میں ''نذر'' مانی جائے تین روزوں کی۔ ادائے نذر پر زہراء اور کنیز فضہ بھی شامل ہیں۔ تینوں دن افطار کے وقت یتیم ومسکین واسیر نے صدا دی اور صرف پانی پر اکتفا کرکے مولاؑ و فاطمہ (س) اورفضہ نے سامانِ افطاری ان کے حوالہ کردی، چنانچہ قرآن پکار اٹھا:

ویطعمون الطّعام علٰی حبه مسکیناً وّیتیماً واسیراً انّما نطعمکم لوجه اللّٰه لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔[۴]

مولا کی سیرۃ کی شانِ اعلیٰ تو اس کی مصداق تھی ہی، کنیز بھی اس مقام پر تھی کہ الامان والحفیظ! جہانکنیزوں کا یہ عالم ہووہاں آقا ومولیٰ کا عالم کیا ہوگا؟

اور پھراس آیات کریمہ کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے:

یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوکم صدقة، ذلک خیرٌ لّکم واطھر۔[۵]

احکام کے مطابق سیدنا علی مرتضی کو واحد شرف حاصل ہے کہ صدقہ نذر بارگاہ نبوی میں پیش کرکے چندسوالوں کے جواب حاصل کئے اور پھر یہ پابندی اٹھالی گئی۔صرف اورصرف علیؑ کو ہی یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ اس احکام قرآن کی تعمیل کرسکے۔حضرت امام احمد رضا کے مطابق جوسوالات سرکارِ دو عالمؐ سے امیر الاولیاء نے دریافت کئے وہ تھے وفا (توحید کی شہادت) فساد (شرک وکفر) حق (اسلام وقرآن) اور ولایت (جب تجھے ملے) حیلہ/ تدبر (ترک حیلہ)، لازم (اللہ اس کے رسولؐ کی اطاعت) دعا کیسے مانگوں (صدق ویقین کے ساتھ مانگو) (عاقبت) نجات حاصل کیسے ہو (حلال کھانا اور سچ بولنا) مسرور (جنت ہے) راحت (اللہ کا دیدار)

مندرجہ بالا سوالات وجوابات رسول بنی ہیں صبر تصوف اور حبیب اللہ ہونے کی ۔یہی چند منفردشان علی تھی کہ حضرت عمر جیسا خلیفہ پکار اٹھا کہ''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگیا ہوتا'' اور اولادِ عمر نے اولادِ علی ورسولؐ سے پروانہ غلامی حاصل کیا۔

یہ شانِ امام حسنؑ تھی کہ اتمام حجت کرکے ملوکیت بنو امیہ کے حوالہ کردی اور شانِ امام حسینؑ تھی کہ معرکۃ الآرا جہاد وشہادت تک اللہ ورسولؐ کی محبت پر اولاد ومال کی محبت غالب نہ ہو۔ایمان مکمل نہیں ہوتااگر زین العابدینؑ اور باقر وجعفرحسن بصریؒ وکمیل بن زیاد کے کردار اوران کی

تعلیمات نے بقائے اسلام وایمان اس کی اصل صورت نمایاں نہ کردی ہوتی ،کہ پر آشوب دور میں ایمان کو جلا بخشی یہ سب ہر دور کے لئے داستانِ تصوف میں ایک رنگین باب بھی ہے اور یہ اعلان بھی کہ درحقیقت دلوں پر راج ہمارا ہے تبھی تو فرزدق بے اختیار پکارا ٹھا کہ:

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے نشان قدم کو ہ وحرم پہچانتے ہیں۔ یہ خدا کے بندوں میں سے بہترین بندے کا فرزند ہے، جن پر تمام خوبیاں ختم ہوچکیں اور ممکن ہے کہ حجرِ اسود ان کی انگلیوں کی راحت کو پہچان کر ان کو تھام لے۔حسن اخلاق، پاکیزہ خصلت سے آراستہ جن کا فیض بارش کی مانند ہے اور کوئی ان کی سخاوت اور کوئی قوم ان کی برابری نہیں کرسکتی۔ ان سے محبت کرنا دین اور بغض رکھنا کفر، ان کی شرافت، فضیلت اور بزرگی لوح وقلم پر محفوظ ہے۔ ان کا ذکر بعد ذکر خدا مقدّم، جن کو معرفتِ خدا حاصل ہے وہ ان کی برتری سے واقف ہیں۔''

تصوف کے سارے ۶ اوصاف اس گھرانے کے لیے مقصود تھے۔ اور یہیں سے اس کی روانی دوسروں کو جاتی ہے۔ رئیس الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے قول **شیخنا فی الاصول و البلاء علی المرتضی** (اصول وبلاء میں ہاں مرے رہنما وپیشوا علی مرتضیٰ ہیں)،کاان پر صد فیصد اطلاق ہوتا ہے۔

فرمودات:

فرمایا مولاؑ نے''سب سے اچھا عمل اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کو تونگر وغنی کرنا ہے تا کہ دنیا کی نیستی پریشان نہ کرے اور ہستی دنیا خوش نہ کرسکے۔''

''مصیبت زدہ کی فریاد رسی اور مبتلائے رنج کی تکلیف دور کرنا، بڑے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

''بہترین زہد، زہد کو چھپانا ہے''۔

'' ایمان کے چارستون ہیں صبر، یقین، عدل وجہادؔ''۔

''قدر کی تعریف یہ ہے کہ اس نے بنایا ہے وہ جیسا چاہے استعمال کرے گا''۔

'' بغیر طلب کے کچھ عطا کرنا سخاوت اور مانگنے والے کو کچھ دینا بخشش ہے''۔

''سخاوت یہ ہے کہ مانگنے سے پہلے عطا ہو اوراس کے بعد تو شرم اور خفت سے بچاؤ''۔

''قناعت وہ مال ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جب عقل پختہ ہوجاتی ہے تو گفتگو کم ہوجاتی ہے''۔

دعلب یمنی نے آپ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا''کیا میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں، جسے میں نے دیکھا تک نہیں۔'' اس نے کہا'' آپ اسے کیونکر دیکھتے ہیں'' تو آپ نے کہا'' آنکھیں اس کو کھلم کھلا نہیں دیکھتیں ، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں۔''

''اگر درمیان میں موجود تمام پردے بھی اٹھا دئے تو بھی میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا (پہلے ہی اتنا یقین کامل ہے)

''میرے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں، میرے پاس تو صرف جان ہے سو وہ خدا پر قربان''۔

''جو لوگ خدا کی عبادت شوق جنت میں کرتے ہیں ان کی عبادت تاجرانہ ہے، جو جہنم کے ڈر سے کرتے ہیں ان کی غلامانہ ہے اور جو اسے لائق عبادت سمجھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کی عبادت آزادانہ ہے۔''

''یہ محتاج اور سائل خدا کے خاص بندے ہیں جس نے انہیں نہ دیا اس نے خدا کو نہ دیا جس نے ان کو دیا اس نے خدا کو دیا۔''

''کنجوسی تمام برائیوں کی جامع ہے''۔

''تقویٰ صفات واخلاص کا سرور ہے''۔

''خدا کے کچھ بندے یعنی اولیاء اللہ ایسے ہیں جن کو خدا نے اپنی نعمتوں کے لیے مخصوص کیا ہے تا کہ دوسروں کو فائدہ ہو۔ خدا ان کو نعمتیں دیتا ہے جسے وہ دوسروں کو عطا کرتے ہیں''۔

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی خواجہ خواجگان حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتیؒ روحانی پیشوا کی حیثیت سے خود اس برصغیر میں یہی پیغام تصوف حضرت علیؑ سے منسلک کر کے لائے اور اپنی عام محافل ، اور بالخصوص سماع کی محفل میں مولا کی عظمت کا بیان من کنت مولاہ، سے رکھا، جس پر امیر خسرو چشتی نے ترتیب وتضمین کی۔ شاہ مرداں، شیر یزداں قوت پروردگار کی شان ہمیشہ سے ہی ''مشکل کشا'' کی رہی۔ اس سلسلہ کے بعد کے بزرگان بھی وابستہ علیؑ رہے۔

حضرت علامہ نیاز بریلوی کی نعتیں بہ شان حضرت علیؑ آج بھی خاص وعام کی زبان پر ہیں اور محفل سماع میں روحانیت کو دوبالا کرتی ہیں۔

خواجہ اجمیریؒ کی مشہور رباعی'' شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ'' یا قول نیاز اے دل بگیر

دامن سلطان اولیاء یعنی ''حسین ابن علیؑ جان اولیاء'' من کنت مولاہ کے بعد جب کوئی بھی محفل عرس میں قوالوں کی زبان پر آجاتی ہے تو حضور کی حدیث کہ علیؑ کی محبت پہچان مومن کی اور علیؑ کی دشمنی منافق کی پہچان۔ کی مصداق نذر آتی ہے۔ دوسرے سلاسل کے بزرگ بھی مولاؑ کی معرفت وحقیقت کے پیمانہ سے لبریز نظر آتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی جیسی مجتہد عصر شخصیات کا میلان بھی اسی مناسبت سے حضرت علیؑ کی طرف زیادہ رہا۔

اسی نسبت اور مناسبت سے ان بزرگوں کو خاص کر چشتی درگاہوں، آستانوں اورخانقاہوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل بیتؑ واامامین کے تعلق سے جو وارفتگی شگفتگی اور شیفتگی ہے، وہ رشک ملائکہ ہے۔ محرم شریف کے تعلق سے خصوصاً چشتی مجالس جس ادب واحترام اورعقیدت و رقت سے انعقاد پذیر ہوتی ہیں وہ اہل سنت والجماعت کے ان فرقوں کے لئے باعث عبرت ونصیحت ہیں کہ جن کی نگاہ میں واقعہ کر بلا صرف اک سیاسی مڈبھیڑ تھی (معاذ اللہ) اس لیے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے قرآن وسنت کے ساتھ اہل بیت واہل اللہ بھی ضروری ہیں اور یہی اصل تصوف ہے عظیم صوفی وہ ہے جو اس پر عمل پیرا رہے اور اسی کو بارگاہِ رب العزت میں بھی وہ مرتبہ حاصل ہے جسے حبیبؑ (دوست) کا درجہ ملتا ہے جو حضرت خواجہ اجمیریؒ کی بوقت وصال پیشانی مبارک پر جلوہ گر تھا اور یہی فائیت ہے **هو حبيب الله مات فى حب الله** ۔ واضح رہے کہ اللہ، اس کے رسول اور اہلبیت عصمت وطہارت کی محبت میں مرنے والا شہید اور ابدی حیات کا مالک بن جاتا ہے۔

حوالے:

۱؎ (سورۂ مائدہ، رکوع ۸، آیت ۳۵)

۲؎ (آل عمران، آیات ۶۱)

۳؎ (الشوریٰ، پارہ ۲۵، رکوع ۴ آیت ۲۳)

۴؎ (الدہر، رکوع ۱۸ آیات ۹، پارہ ۲۹)

۵؎ (المجادلہ ۲۸ رکوع، آیات ۱۲/ پارہ)